التفسیر الکبیر: منہج استدلال اور خصوصیات

Al-Tafsīr al-Kabīr: Method of Reasoning and Features

*حافظ محمد اسماعیل تابش
**ڈاکٹر حافظ محمد شبیر

Abstract

Al-Tafsir al-Kabir, also known as ***Mafatih al-Ghayb***, which is a special classical Islamic tafsir, written by the great Islamic philosopher, Fakhrud din Al-Razi (606 A.H). The book is an exegesis and description on the Qur'an in 32 volumes. It is recommended for use as reference book in modern works. One of his major contributions was the self-sufficiency of the intellect. He believed that proofs based on tradition (*hadith*) which could never lead to certainty (*yaqin*) however only to presumption (*zann*), that is key distinction in the field of Islamic thought. Hence his acknowledgement of the primacy of the Qur'an grew since with first introduction of the Tafseer in religious section. Al-Razi's rationalism undoubtedly holds an important place in the debate of Islamic tradition on the harmonization of reason and revelation. In his later years, he also showed interest in mysticism, although this never formed a significant part of his work.Tafsir Kabir has a relation to science of Reason. Some people have passed a funny remark on this exegesis (whereas, there is everything except exegesis). But the fact is that this remark is cruelly unjust to this Tafseer because this has no equal in

*پی ایچ ڈی سکالر اسلامیات، یونی ورسٹی آف لاہور، لاہور
**اسسٹنٹ پروفیسر اسلامیات، یونی ورسٹی آف لاہور، لاہور

interpretation of the meanings of the Qurān. The prominent features of this book are:

1. Imam Razi has portrayed the grandeur and majesty of the Qurān in detail.
2. The legal prescription relating to a verse have been described with detailed reasons.
3. Qurānic prescription and their mysteries and expediencies have been very beautifully highlighted.

Keywords: al-Tafsir al-Kabir, Imam Razi, Qur'an, science of Reason

امام فخر الدین رازی (متوفی ۶۰۶ھ) عمر بھر تصنیف و تالیف میں مشغول رہے، اپنے دور کے مروّجہ ہر علم و فن پر آپ نے زورِ قلم خوب آزمایا، عربی اور فارسی زبان وادب میں کتبِ کثیرہ بطورِ یادگار آنے والوں کے لیے چھوڑیں، انہی کتب میں سے اہم ترین اور طویل ترین آپ کی یادگار "مفاتیح الغیب" ہے جو "تفسیر کبیر" کے نام سے زبان زدِ عام ہے۔

خصوصیات

تفسیر کبیر کئی محاسن اور خوبیوں کا مجموعہ ہے، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

ا۔ جامعیت

امام رازی کی تفسیر کبیر کی اہم ترین خوبی، اس کا جامع ہونا ہے اور اسکا بر ملا اعتراف ہر دور کے اکابر علماء نے بھی کیا ہے۔ زمانہ قریب کے عظیم مفسر و محدث علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں: حقیقت یہ ہے کہ امام رازی کی تفسیر کبیر اس قدر عمدہ ہے کہ متقدمین میں اس کی کوئی مثال ہے نہ متاخرین میں اس کی کوئی نظیر ہے، امام رازی سے پہلے کی جو تفاسیر ہیں، ان میں صرف صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے اقوال نقل کئے گئے ہیں اور کہیں کہیں احادیث کا بھی ذکر کیا گیا ہے، الماوردی اور ابو بکر ابن العربی نے مذہب کا ذکر کیا ہے اور ابو بکر جصاص نے اپنے مذہب پر دلائل دیئے ہیں۔ جبکہ زمخشری نے لغت اور فصاحت وبلاغت کا ذکر کیا ہے۔ لیکن امام رازی نے ان تمام امور کے ساتھ ساتھ قرآن مجید کے اسرار اور نکات بیان کئے ہیں، قرآن مجید کی متعدد آیات سے اللہ تعالیٰ کی توحید پر استدلال کیا ہے حضور ﷺ کی نبوت کی صداقت پر متعدد آیات سے استنباط کیا ہے، قیامت، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے، حشر اور نشر کو بہت دلائل سے ثابت کیا ہے، قرآن مجید کی کئی آیات سے شفاعت کو ثابت کیا ہے اور منکرین شفاعت کے اعتراضات کے جوابات دیئے ہیں۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے افضل الرسل ہونے پر بہت دلائل پیش کئے ہیں اور قرآن مجید کی متعدد آیات سے اس کا استنباط کیا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت کو متعدد آیات سے واضح کیا ہے اور روافض کے شبہات کے مثبت جوابات دیئے ہیں، قیاس اور اجماع کی حجیت کو ثابت کیا ہے۔

بعد کے بعض مفسرین نے امام رازی کے بعض نکات کو اپنی تفسیروں میں درج کیا ہے، ان میں قاضی عبد اللہ بن عمر بیضاوی (متوفی 685ھ) علامہ علی بن محمد خازن (متوفی 741ھ) علامہ ابو الحیان اندلسی (متوفی 754ھ) علامہ اسماعیل حقی (متوفی 1137ھ) اور علامہ سید محمود آلوسی (متوفی 1270ھ) شامل ہیں۔ امام شافعی نے فرمایا تھا: تمام فقہاء عیالِ ابو حنیفہ ہیں، یعنی بعد کے تمام فقہاء نے امام ابو حنیفہ کی فقہ سے استفادہ کیا ہے اور میں کہتا ہوں کہ امام رازی کے بعد کے تمام مفسرین عیالِ امام رازی ہیں، سب بعد والوں نے ان کی تفسیر کے نکات اور دلائل سے استفادہ کیا ہے۔[1] مولانا شبلی مرحوم خاص طور پر ان کی تفسیر کبیر کے متعلق لکھتے ہیں کہ "اگرچہ جیسا کہ ان کا عام انداز ہے، وہ وسعت بیان اور تجر علمی کی رو میں رطب و یابس کی تمیز نہیں کرتے اور سینکڑوں ایسی اوچھی اور سرسری باتیں لکھ جاتے ہیں جو ان کے رتبے کے بالکل شایانِ شان نہیں ہوتیں، تاہم ان حشو وزوائد کے ساتھ سینکڑوں ایسے دقیق اور معرکۃ الآرا مسائل حل کیے ہیں جن کا کسی اور کتاب میں نام ونشان بھی نہیں ملتا[2]۔

واضح رہے کہ یہ تفسیر کبیر کی خصوصیت نہیں ہے بلکہ ان کا یہ عام انداز بیان ہے اور اسی انداز بیان نے فقہا و محدثین کو ان سے بہت زیادہ بدگمان کر دیا ہے، چنانچہ علامہ ذہبی "میزان الاعتدال" میں ان کی نسبت لکھتے ہیں کہ "وہ ذہانت اور عقلیات کے سردار ہیں، لیکن وہ حدیث سے بالکل بے بہرہ ہیں اور ان مسائل پر جو دین کے ستون ہیں انہوں نے ایسے شبہات وارد کیے ہیں جن سے حیرت پیدا ہوتی ہے"[3]۔ حافظ ابن حجر نے "لسان المیزان" میں لکھا ہے کہ "علم کلام اور اصول فقہ میں ان کی کتابیں مشہور اور متداول ہیں اور ان کی بعض باتیں قابل قبول اور بعض باتیں قابل تردید ہیں، ان پر یہ الزام لگایا جاتا تھا کہ وہ اعتراضات تو نہایت قوی کرتے ہیں لیکن ان کے جوابات میں کوتاہی کرتے ہیں، یہاں تک کہ بعض لوگوں نے یہ قول کیا ہے کہ "امام رازی کے اعتراضات تو نقد ہوتے ہیں جبکہ جوابات ادھار میں رکھتے ہیں"، ابن دحیہ نے ان کا تذکرہ مدح و ذم دونوں کے ساتھ کیا ہے اور ابن شامہ نے ان کی بہت سی بری چیزیں نقل کی ہیں، نجم طوفی نے "اکسیر فی علم التفسیر" میں لکھا ہے کہ میں نے قرطبی اور امام فخر الدین کی تفسیر سے جامع تر اور کوئی تفسیر نہیں دیکھی لیکن امام فخر الدین کی تفسیر میں عیوب بہت زیادہ ہیں، چنانچہ سراج الدین مغربی نے دو جلدوں میں ایک کتاب لکھی ہے، جس کا نام "ماخذ" ہے اور اس میں تفسیر کبیر کی غلطیاں اور کمزوریاں دکھائی ہیں، وہ امام رازی پر سخت اعتراضات کرتے تھے اور کہتے تھے کہ وہ مخالفین مذہب کے اعتراضات تو سوالات کی صورت میں نہایت تحقیق کے ساتھ بیان کرتے ہیں پھر اہل سنت کے مذہب کو نہایت کمزور طریقہ پر پیش کرتے ہیں، طوفی کا قول ہے کہ فلسفہ اور علم کلام کی کتابوں میں ان کی عام روش یہی ہے، اس لیے بعض لوگوں نے ان پر اتہام لگایا ہے، لیکن یہ بات ان کے ظاہری حالات کے مخالف ہے کیونکہ اگر وہ کسی خاص قول اور مذہب کو اختیار کرتے تو ان کو اس کے اظہار میں کس کا ڈر تھا، غالباً اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ فریق مخالف کی دلیل کے اثبات میں تمام اقوال ختم کر دیتے ہیں، پھر جب اپنی

---

1 ۔ سعیدی، غلام رسول، تبیان القرآن، فرید بک سٹال، لاہور، ۲۰۰۱ء (۱۲/۹۱۷)

2 ۔ شبلی نعمانی، علامہ، علم الکلام اور الکلام، نفیس اکیڈمی، کراچی، پاکستان، (۶۱-۶۲)

3 ۔ الذہبی، شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد، میزان الاعتدال فی نقد الرجال، دار المعرفہ، بیروت، لبنان، ۱۳۸۲ھ (۲/۲۲۴)

دلیل کے اثبات پر آتے ہیں تو ان کی قوت ختم ہو جاتی ہے، کیوں کہ روحانی طاقتیں جسمانی طاقتوں کی تابع ہوتی ہیں، خود امام رازی سے منقول ہے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ حدوثِ عالم پر مجھے سو اعتراضات ہیں[(4)]۔

۲۔ طرق تفسیر

امام رازی ہر آیت کی تفسیر میں عماماً حسب ذیل طرق تفسیر اپناتے ہیں:

1. زیر تفسیر آیت سے متعلقہ احکامِ فقہیہ کا ذکر و بیان دلائلِ تفصیلیہ سے کرتے ہیں، شافعی المذہب ہونے کے سبب مذہبِ شافعیہ کو ترجیح دیتے ہیں۔
2. امام رازی تقریباً ہر آیت کی تفسیر میں اس کا سبب نزول بیان کرتے ہیں بہت مربوط اانداز میں پوری شرح بیان کرتے ہیں۔ اسکے علاوہ نحوی و صرفی ترکیب، وجوہ بلاغت کا بیان بھی انکی تفسیر کا حصہ ہوتا ہے۔
3. زیر تفسیر آیات کے تحت مثلاً، معتزلہ، مجسمہ، وغیرہ جیسے مختلف باطل فرقوں کا استدلال تفصیلاً ذکر کرنے کے بعد اس کی بھرپور تردید بھی دلائل کی ہی دنیا میں کرتے نظر ہیں۔

دیگر کتب تفسیر میں یہ ذخیرہ مختلف مقامات پر بکھرا ہوا نظر آتا ہے، جبکہ امام رازی کی تفسیر کبیر میں یہ تمام ابحاث اِک نظم کے تحت اکھٹی میسر ہیں۔ البتہ فرق ضالہ کے ردعتبار سے تفسیر کبیر منفرد نوعیت کی حامل تفسیر ہے۔

۳۔ محاکمہ و ترجیح

I. حدیثِ رسول ﷺ سے موئید قول کو ترجیح دینا:

مثلاً اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ﴾ کی وضاحت میں تین قول ذکر کیے:

۱۔ صورتوں جب روح پھونکی جائے گی۔

۲۔ مردوں کو جب دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور انہیں جمع کیا جائے گا

۳۔ "الصور" آلہ ہے جس کے ذریعے آواز کو بلند کیا جائے گا اور اس سے اولاً دنیا کا خاتمہ ہوگا، ثانیاً اس کے ذریعے دوبارہ کائنات کو وجود بخشا جائے گا

امام رازی نے ان مذکورہ اقوال میں سے آخری قول کو اس بنا ترجیح دی ہے کہ اس کی تائید میں حدیثِ رسول ﷺ موجود ہے۔[(5)]

II. عقل کے مطابق مفہوم کو ترجیح دینا:

مثلاً ارشاد باری تعالیٰ: ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا﴾[(6)]

---

[4] ۔ ابن حجر العسقلانی، ابو الفضل احمد بن علی، لسان المیزان، دائرۃ المعارف النظامیہ، الہند، ۱۳۹۰ھ، ملخصاً (۴/ ۴۲۷-۴۲۸)

[5] ۔ الرازي، أبو عبد الله محمد بن عمر بن الحسن بن الحسين التيمي الرازي الملقب بفخر الدين، مفاتيح الغيب (التفسير الكبير)، دار إحياء التراث العربي، بيروت، 1420ھ۔ (۲۴/ ۲۲۰)

اے لوگو! ڈرو اپنے رب سے جس نے پیدا فرمایا تمہیں ایک جان سے اور پیدا فرمایا اسی سے جوڑا اس کا۔

اس آیت طیبہ کی تفسیر میں کچھ مفسرین کا خیال یہ ہے کہ حضرت حوا علیہا السلام کو حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا کیا گیا اور اس کی تائید میں ایک حدیث بھی موجود ہے، مگر امام رازی کہتے ہیں کہ "جیسے اللہ رب العزت نے جناب آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا، ایسے ہی حوا سلام اللہ علیھا کو بھی مٹی سے پیدا کر سکتے تھے، تو پھر انہیں آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا کرنے کی کیا ضرورت وحکمت تھی"؟[7] حضرت ذو القرنین کے قصہ میں ، سورۃ الکھف میں ارشاد باری تعالیٰ ہے، ترجمہ: یہاں تک کہ جب وہ غروب آفتاب کی جگہ پہنچا تو اس نے اسے یوں پایا گویا وہ ڈوب رہا ہے ایک سیاہ کیچڑ کے چشمہ میں [8] اللہ تعالی کے اس فرمان کا ایک تفسیری قول یہ ہے کہ سورج حقیقتاً کیچڑ میں ڈوبتا ہے، مگر امام رازی کے نزدیک یہ تفسیر بالکل خلاف عقل ہے، کیونکہ سورج زمین سے کئی گنا بڑا ہونے کے ناطے زمین کے کسی چشمہ میں بھلا کیسے ڈوبے گا؟ چنانچہ امام رازی لکھتے ہیں: أَنَّهُ ثَبَتَ بِالدَّلِيلِ أَنَّ الْأَرْضَ كُرَةٌ وَأَنَّ السَّمَاءَ مُحِيطَةٌ بِهَا، وَلَا شَكَّ أَنَّ الشَّمْسَ فِي الْفَلَكِ، ۔۔۔الشَّمْسُ أَكْبَرُ مِنَ الْأَرْضِ بِمَرَّاتٍ كَثِيرَةٍ فَكَيْفَ يُعْقَلُ دُخُولُهَا فِي عَيْنٍ مِنْ عُيُونِ الْأَرْضِ۔۔۔ : إِنَّهَا تَغِيبُ فِي الطِّينِ وَالْحَمْأَةِ كَلَامًا عَلَى خِلَافِ الْيَقِينِ وَكَلَامُ اللَّهِ تَعَالَى مُبَرَّأٌ عَنْ هَذِهِ التُّهْمَةِ، فَلَمْ يَبْقَ إِلَّا أَنْ يُصَارَ إِلَى التَّأْوِيلِ الَّذِي ذكرناه.[9]

یہ بات دلیل سے ثابت ہے کہ زمین کو آسمان گھیرے ہوئے ہے اور یہ بات بھی واضح ہے کہ سورج فلک میں ہے... سورج زمین سے کئی گنا بڑا ہے تو عقلاً کیسے ممکن ہے کہ سورج زمین کے کسی چشمہ میں داخل ہو؟ اور سورج کا کیچڑ میں غروب ہونا خلاف عقل ہے اور اللہ تعالی کا کلام اس تہمت سے بری ہے پس اس تاویل کی طرف آنا ضروری ہے جسے ہم نے ذکر کیا ہے۔

III. اصول تفسیر کے مسلمہ قاعدہ کے مطابق جہاں تک ممکن ہو کسی لفظ کا حقیقی اور معروف معنیٰ ہی مراد لیا جائے، امام رازی تفسیر کبیر میں اسکی مکمل پاسداری کرتے نظر آتے ہیں، جیسے: جناب نوح علیہ السلام کے واقعہ میں مذکور لفظ تنور کے بارے میں متعدد احتمالات لکھے ہیں:

1. زمین کا بلند حصہ یہاں مراد ہے
2. یہاں محاورتاً واقعہ کی شدت کی تعبیر ہے۔
3. ﴿ وَفَارَ التَّنُّوْرُ ﴾ سے مراد طلوع صبح ہے۔
4. ﴿ وَفَارَ التَّنُّوْرُ ﴾ سے مراد روٹی پکانے کا عمل مراد ہے

ان اقوال تفسیریہ کو ذکر کرنے کے بعد صاحبِ تفسیر کبیر رقم طراز ہیں:

---

6 ۔ النساء:۴:۱

7 ۔ التفسیر الکبیر، (۱۶۱/۹)

8 ۔ الکھف:۱۸:۸۶

9 ۔ التفسیر الکبیر، (۴۹۶/۲۱)

الْأَصْلُ حَمْلُ الْكَلَامِ عَلَى حَقِيقَتِهِ وَلَفْظُ التَّنُّورِ حَقِيقَةٌ فِي الْمَوْضِعِ الَّذِي يُخْبَزُ فِيهِ ـ[10]
معنی حقیقی کے مطابق روٹی پکانے والا تنور ہی مراد ہے

IV. اور اللہ تعالیٰ کے فرمان عالی شان:﴿وَمَنْ يَغْلُلْ يَأْتِ بِما غَلَّ يَوْمَ الْقِيامَةِ﴾[11]
مال غنیمت میں جس نے بھی خیانت کی، وہ قیامت کے دن اسی مال غنیمت کے ساتھ بار گاہ الٰہی میں حاضر ہو گا" کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:
وَفِيهِ وَجْهَانِ: الْأَوَّلُ: وَهُوَ قَوْلُ أَكْثَرِ الْمُفَسِّرِينَ إِجْرَاءُ هَذِهِ الْآيَةِ عَلَى ظَاهِرِهَا
اس میں دو تفسیری قول ہیں:
۱۔ حقیقت میں ایسا ہی ہو گا اور اکثر مفسرین کی یہ رائے ہے۔
الْوَجْهُ الثَّانِي: ..بَلِ الْمَقْصُودُ تَشْدِيدُ الْوَعِيدِ عَلَى سَبِيلِ التَّمْثِيلِ وَالتَّصْوِيرِ
۲۔ سختیٔ عذاب کا بیان مطلوب ہے۔
اسکے بعد مزید لکھتے ہیں کہ:أَنَّ الْأَصْلَ الْمُعْتَبَرَ فِي عِلْمِ الْقُرْآنِ أَنَّهُ يَجِبُ إِجْرَاءُ اللَّفْظِ عَلَى الْحَقِيقَةِ، إِلَّا إِذَا قَامَ دَلِيلٌ يَمْنَعُ مِنْهُ، وَهَاهُنَا لَا مَانِعَ مِنْ هَذَا الظَّاهِرِ، فَوَجَبَ إِثْبَاتُهُ.[12]
منع کی دلیل نہ ہونے کے سبب معنی ظاہری لیناضروری ہے۔

V. امام رازی متعدد اقوالِ تفسیریہ میں سے اس قول کو فوقیت دیتے ہیں جو نحوی ترکیب کے زیادہ مطابقت رکھتا ہو۔
مثلاًاللہ تعالیٰ کے فرمان :﴿وَلَكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَا أُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ﴾[13] ترجمہ: بلکہ شیطانوں نے ہی کفر کیا، سکھایا کرتے تھے لوگوں کو جادو نیز وہ بھی جو اتارا گیا دو فرشتوں پر۔
کی تفسیر میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ﴿ مَا أُنْزِلَ ﴾میں'ما 'نافیہ ہے یاموصولہ، نیز اس کا عطف ﴿ السِّحْرَ﴾ پر ہے یا،﴿مَا تَتْلُو الشَّيَاطِينُ﴾ پر، امام رازی تفسیر کبیر لکھتے ہیں کہ﴿ مَا أُنْزِلَ ﴾میں "ما "کو موصولہ قرار دینا اور اس کا عطف ﴿ السِّحْرَ﴾ پر کرنا زیادہ بہتر ہے اس لیے کہ جو لفظ قریب ہے، اس پر عطف کرنا بعید والے لفظ پر عطف کرنے سے زیادہ بہتر ہے۔[14]

۴۔ آیات وسور میں باہمی ربط

---

10 ۔ ایضاً(۷/۱۷/۳۴۷)

11 ۔ آل عمران:۳:۱۶۱

12 ۔ التفسیر الکبیر،(۹/۴۱۴)

13 ۔ البقرۃ:۲:۱۰۲

14 ۔ التفسیر الکبیر،(۳/۶۲۹)

تفسیر کبیر میں نظم قرآن اور آیات وسور کے درمیان باہمی ربط و تعلق کے متعلق امام رازی لکھتے ہیں: وَامْتَدَّ الْكَلَامُ إِلَى هَذَا الْمَوْضِعِ مِنْ أَوَّلِ السُّورَةِ عَلَى التَّرْتِيبِ الْحَسَنِ وَالنَّظْمِ الْكَامِلِ۔(15) ورہ فصلت اول سے آخر تک ایک مربوط کلام اور حسن نظم کا اعلی نمونہ ہے۔ آخر میں خلاصہ کلام کے طور پر لکھتے ہیں: ہر منصف مزاج شخص کو یہ ماننا ہوگا اگر اس سورہ کی تفسیر ہمارے طریق پر کی جائے تو پوری سورہ فصلت ایک ہی مضمون کی حامل نظر آتی ہے اور اس کی تمام آیتیں ایک ہی حقیقت کی طرف راہنمائی کرتی ہیں۔(16) صاحب تبیان القرآن تفسیر کبیر کی اس خصوصیت کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اور تفسیر کبیر کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ امام رازی اس میں قرآن مجید کی آیات کا باہمی ربط بیان کرتے ہیں، یوں لگتا ہے کہ پورا قرآن ایک ہی سلسلہ میں منسلک ہے اور وہ قرآن مجید کی آیات کے بہت لطیف اسرار اور نکات بیان کرتے ہیں، جن سے متقدمین اور متاخرین کی تفاسیر خالی ہیں۔

۵۔ کلامی و عقلی منہج

امام رازی اپنے زمانے کے عقلی اور فلسفیانہ علوم کے بجرِ بے کراں تھے۔ یونانی فلسفہ کے زیر اثر پیدا ہونے والے اسلام کے مختلف مسائل پر اعتراضات سے وہ بخوبی آگاہ تھے، اہل اسلام کے درمیان پیدا ہونے والے کلامی و عقلی اختلافات پر بھی وہ گہری نظر رکھتے تھے۔ ل جو علوم امام رازی کے زیر مطالعہ تھے، تفسیر کبیر میں اس کلامی و عقلی ذوق کا اظہار متعدد طرق سے وہ کرتے ہیں۔ مثلاً:

1. اسلامی عقائد کو براہین اور دلائل سے مؤید کرنا

صاحب تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی عقائد اسلامیہ کا دفاع نہ صرف بڑی جرأت وحمیت سے کرتے ہیں بلکہ ان معاملات میں معذرت خواہانہ رویہ کی بھی بھرپور مذمت بھی کرتے ہیں۔

مثلاً: سورۂ سبا کی آیت ۱۲ میں مذکور ہے: ﴿وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّ رَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ ۭ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۭ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ﴾ اور سلیمان کے لیے ہوا کو مسخر کر دیا، اس کی صبح کی رفتار ایک ماہ کی مسافت تھی اور شام کی رفتار ایک ماہ کی مسافت تھی اور ہم نے ان کے لیے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ بہادیا اور ہم نے بعض جنات ان کے تابع کر دیئے تھے وہ اپنے رب کے حکم سے ان کے سامنے کام کرتے تھے (اور ہم نے فرمادیا تھا کہ) اور جو ان میں سے ہمارے حکم کی نافرمانی کرے گا ہم اس کو بھڑکتی ہوئی آگ کا عذاب چکھائیں گے۔ بعض مفسرین اس کی تاویل یہ کرتے ہیں کہ: جنات سے مراد طاقتور انسان ہیں جبکہ ہوا سے مراد تیز رفتار گھوڑے ہیں۔ امام رازی اس قول کے ذکر کرنے کے بعد رقم طراز ہیں: وَهَذَا كُلُّهُ فَاسِدٌ حَمَلَهُ عَلَى هَذَا ضَعْفُ اعْتِقَادِهِ وَعَدَمُ اعْتِمَادِهِ عَلَى قُدْرَةِ اللَّهِ وَاللَّهُ قَادِرٌ عَلَى كُلِّ مُمْكِنٍ وَهَذِهِ أَشْيَاءُ مُمْكِنَةٌ.(17)

15۔ التفسیر الکبیر، (۲۷/۵۶۹)

16۔ ایضاً (۲۷/۵۶۹)

17۔ ایضاً (۲۵/۱۹۷)

یہ توجیہ سراسر غلط ہے۔ کیونکہ یہ بات اس لیے کہی گئی ہے کہ وہ کمزور اعتقاد والے ہیں اور انہیں اللہ تعالیٰ کی طاقت و قدرت پر کامل اعتماد و اعتقاد نہیں ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز پر کامل قدرت رکھتا ہے۔

2. **مختلف فرقوں کے کلامی جھگڑے**

علامہ غلام رسول سعیدی، صاحبِ تفسیر کبیر امام رازی کے متعلق لکھتے ہیں: ان کے زمانہ میں معتزلہ کا زور تھا جو کہتے تھے کہ انسان اپنے افعال کا خود خالق ہے، وہ جن آیات سے استدلال کرتے تھے، ان آیات کا صحیح اور برمحل بیان فرمایا ہے، اور جگہ جگہ ان کا رد فرمایا ہے، جو مسلمان گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو اور بغیر توبہ کے مر جائے، اس کی مغفرت کو کئی آیات سے ثابت کیا ہے، قرآن مجید کے قدیم ہونے کو بہت دلائل سے ثابت کیا ہے، انبیاء (علیہم السلام) کے معصوم ہونے کو متعدد آیات سے ثابت کیا ہے اور منکرین عصمت انبیاء کے شبہات کے وزنی اور تسلی بخش جوابات دیئے ہیں۔

کلامی مباحث امام رازی کی دلچسپی کا موضوع خاص ہیں اور وہ ہر موقع پر معتزلہ اور اشاعرہ کے مابین نزاعی مسائل پر بحثیں کرتے ہیں۔ امام رازی چونکہ اشاعرہ کے پرجوش ترجمان ہیں، اور دیگر فرق کے ساتھ ساتھ معتزلہ کا بھی بھرپور رد کرتے ہیں۔[18]

احکام شرعیہ کی حکمتوں کا بیان

امام رازی مفاتیح الغیب میں کئی مقامات پر احکامِ شرعیہ کی حکمتیں اور انکے کے اسرار پر بھی روشنی ڈالتے ہیں۔

3. **عقلی تعبیرات**

امام فخر الدین رازی کا طریقہ تفسیر یہ بھی ہے کہ عقل سے ماورا آیات طیبات کی تفسیر کرنے کے بعد ان کی عقلی تعبیر ات بھی پیش کرتے ہیں۔

4. **اسرائیلیات کا محاکمہ**

امام رازی ایسی اسرائیلی روایات جو ذات الٰہی، عصمت انبیاء و ملائکہ علیہم السلام اور شریعت محمدی علیٰ صاحبہا الصلاۃ والسلام کے خلاف ہوں کا بھرپور
رد کرتے ہیں، جبکہ دیگر اسرائیلی روایات مثلاً: قصہ آدم علیہ السلام میں شجر ممنوعہ کی تعیین، قصہ نوح علیہ السلام میں کشتی کی ساخت، لمبائی چوڑائی کے متعلق
مختلف فیہ روایات کی تعیین کو وقت کا ضیاع گردانتے ہیں۔
قرآن وسنت سے معارض مرویات کو دیگر محققین کی طرح بے اصل قرار دیتے ہوئے گزر جاتے ہیں۔

نقائص

انسانی کاوش ہونے کے ناطے اپنی تمام تر افادیت اور خوبیوں کے باوجود امام رازی کی تفسیر کبیر خامیوں سے پاک نہیں ہے۔ ذیل میں ان چند امور کا ذکر کرتے ہیں جن پر اہل علم نے اعتراض کیا ہے۔

ا۔ غیر متعلق مباحث

---

[18] ۔ تبیان القرآن، از علامہ غلام رسول سعیدی (۱۲/۵۱۸)

تفسیر کبیر کے ایسے عقلی مباحث جن سے منصوصات کی تائید یا ان کی تفہیم میں مدد ملتی ہے، ان کی تمام منصف مزاج اہل علم نے قدر کی ہے۔ مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ تفسیر کبیر میں ایک بڑا ذخیرہ ایسے مباحث کا بھی ہے جن کا قرآن کی تفسیر تاویل وتشریح سے کوئی تعلق نہیں اور جنھیں امام رازی نے محض اپنے عقلی ذوق کی تشفی کے لیے انہیں تفسیر کا حصہ بنادیا ہے۔ڈاکٹر محمد حسین ذہبی تفسیر کبیر کے متعلق لکھتے ہیں:"تفسیر دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام رازی کو زیادہ سے زیادہ نکات استنباط کرنے اور گفتگو کے دائرہ کو وسیع سے وسیع تر کرنے کا بے حد شوق ہے، اسی لیے قرآن کے الفاظ سے کسی موضوع کا ذرا سا بھی تعلق نظر آئے تو وہ اس زیر بحث لے آتے اور اس سے متعلق نکات استنباط شروع کر دیتے ہیں "[19]۔امام رازی تفسیر کے مقدمہ میں خود لکھتے ہیں: أَنَّهُ مَرَّ عَلَى لِسَانِي فِي بَعْضِ الْأَوْقَاتِ أَنَّ هَذِهِ السُّورَةَ الْكَرِيمَةَ يُمْكِنُ أَنْ يُسْتَنْبَطَ مِنْ فَوَائِدِهَا وَنَفَائِسِهَا عَشَرَةُ آلَافِ مَسْأَلَةٍ، فَاسْتَبْعَدَ هَذَا بَعْضُ الْحُسَّادِ قَدَّمْتُ هَذِهِ الْمُقَدِّمَةَ لِتَصِيرَ كَالتَّنْبِيهِ عَلَى أَنَّ مَا ذَكَرْنَاهُ أَمْرٌ مُمْكِنُ الْحُصُولِ، قَرِيبُ الْوُصُولِ۔[20] ایک دفعہ میرے منہ سے یہ نکلا کہ سورۃ الفاتحہ میں سے دس ہزار نکات، فوائد اور مسائل مستنبط ہوسکتے ہیں، تو یار لوگوں نے اسے محال گردانا، لہٰذا میں نے اس کے حصول کو ممکن بناتے ہوئے سورہ الفاتحہ کی تفسیر کو اس قدر طویل کیا۔غالباً تمام اہل علم کی نظروں میں تفسیر کبیر کا یہ پہلو کھٹکتا ہے اور اسی حوالے سے اس پر تنقید بھی کی جاتی ہے۔چنانچہ امام جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں: وَصَاحِبُ الْعُلُومِ الْعَقْلِيَّةِ- خُصُوصًا الْإِمَامُ فَخْرُ الدِّينِ- قَدْ مَلَأَ تَفْسِيرَهُ بِأَقْوَالِ الْحُكَمَاءِ وَالْفَلَاسِفَةِ وَشِبْهِهَا وَخَرَجَ مِنْ شَيْءٍ إِلَى شَيْءٍ حَتَّى يَقْضِيَ النَّاظِرُ الْعَجَبَ مِنْ عَدَمِ مُطَابَقَةِ الْمَوْرِدِ لِلْآيَةِ ۔[21] ماہرینِ عقلی علوم خصوصاً امام فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر کبیر کو حکما، فلاسفہ اور اور ان جیسے لوگوں کے فرمودات معمور کر دیا اور ایک موضوع کو چھوڑ کر دوسرے موضوع کی طرف اس طرح نکل گئے کہ تفسیر کا قاری متعجب ہوتا ہے کہ آیت کے موقع ومحل سے اسے کیا مناسبت ہے؟ التفسیر والمفسرون میں محمد حسین ذہبی نے بھی اس کی تائید کی ہے وہ لکھتے ہیں:"خلاصہ ہے کہ تفسیر کبیر کو کو علم کلام، طبیعی وکائناتی علوم کا انسائیکلوپیڈیا کہنا تفسیر کہنے سے زیادہ بہتر ہے، اس لیے کہ اس پر ان علوم و فنون کا اس قدر غلبہ ہے کہ اس کی تفسیر ہونے کی حیثیت دب کر رہ گئی ہے"۔[22]

تفسیر کبیر کے محاسن

مفتی محمد خان قادری رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی:۱۶مارچ ۲۰۲۰) صاحب فضل قدیر (ترجمہ تفسیر کبیر) نے اردوخواں طبقہ کی لیے تفسیر کبیر کے ترجمہ کے انتخاب میں درج ذیل محاسن وخصوصیات کا ذکر کیا ہے:

۱۔جو نظم تفسیر کبیر کا ہے وہ کسی دوسری تفسیر کو حاصل نہیں۔

---

19 ۔ التفسیر والمفسرون از ذہبی (۱/۲۹۶)

20 ۔ التفسیر الکبیر، (۱/۳)

21 ۔ السیوطی، عبد الرحمٰن بن ابی بکر، جلال الدین، الاتقان فی علوم القرآن، مکتبۃ العلم، لاہور، س ن (۴/۲۴۳)

22 ۔ التفسیر والمفسرون از ذہبی (۱/۲۹۵)

۲۔ قرآن مجید سمجھنے کے لیے جس مواد کی ضرورت ہے وہ امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فراہم کر دیا ہے۔

۳۔ صاحب روح المعانی ، امام رازی کے چھ سو سال بعد آئے ہیں مگر وہ بھی تفسیر کبیر پر زیادہ اضافات نہیں کر پائے۔

۴۔ امام رازی نے ہر طبقہ اور ہر صاحب فن کے لیے جو مواد فراہم کیا ہے وہ انہی کا حصہ ہے۔

۵۔ یہ مفسرین کے امام کی تفسیر ہے۔ اس فن میں جہاں بھی امام کا لفظ آیا ہے وہاں امام رازی ہی مراد ہوتے ہیں۔

۶۔ یہ اپنے سے پہلے لکھی جانے والی تفاسیر کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے مثلاً امام محمد بن جریر طبری (م: ۳۱۰ھ) کی جامع البیان، امام واحدی اور امام قفال اور علامہ زمخشری بلکہ دیگر معتزلہ کی تفاسیر کے مباحث بھی اس میں نہایت تفصیل کے ساتھ موجود ہیں۔

۷۔ معتدل طبع کے عالم ہیں، مخالف کا نقطہ نظر یوں کھول کر بیان کرتے ہیں کہ شاید وہ خود بھی اس قدر بیان پر قادر نہ ہو۔

۸۔ مخالف کی سچی بات کو تسلیم کرنے میں کبھی بخل سے کام نہیں لیتے۔

۹۔ تفسیری علوم کے ساتھ اپنے دور کے تمام جدید علوم وفنون کے ماہر بھی ہیں۔

۱۰۔ روایت کے ساتھ درایت کے حامی ہیں جس سے یہ تفسیر بے نظیر ہو گئی ہے۔

۱۱۔ جس قدر نظم اس تفسیر میں ہے شاید کسی میں ہو۔ صاحب **الوافی بالوفیات** نے ان الفاظ میں اس طرف اشارہ کیا ہے۔

"وَهُوَ أول من اخترع هَذَا التَّرْتِيب فِي كتبه وأتى فِيهَا بِمَا لم يسْبق إِلَيْهِ "[23]۔

یعنی امام رازی پہلے شخص ہیں جنہوں نے اپنی کتب میں نئی ترتیب ایجاد کی اور ان میں ایسی باتیں ذکر کیں جو پہلے کسی نے بیان نہیں کیں۔

واضح رہے کہ نظم اسی بندے کی گفتگو میں ہوتا ہے جو موضوع پر خوب دسترس رکھتا ہو۔

۱۲۔ تفسیر میں الفاظ قرآن کے قریب تر رہنے کی عظیم کاوش کی گئی ہے۔

۱۳۔ بعد کے تمام مفسرین نے اس سے استفادہ کیا بلکہ کم ہی اس پر اضافہ کر سکے۔

مثلاً ان کے بعد علامہ سید محمود آلوسی (م: ۱۲۷۰) نے روح المعانی لکھی جو اعلیٰ تفسیر ہے مگر بنیاد امام رازی کی تفسیر ہی ہے۔

۱۴۔ جس تفسیر کے حشو وزوائد کے حوالہ سے مولانا شبلی نعمانی کی رائے یہ ہو:

"تاہم ان حشو وزوائد کے ساتھ سینکڑوں ایسے دقیق اور معرکۃ الاراء مسائل بیان کیے ہیں جن کا کسی اور کتاب میں نام ونشان نہیں ملتا"۔[24] تو اس کے اصل مضامین کا عالم کیا ہو گا؟

---

[23] ۔ الصفدی، صلاح الدین خلیل بن ایبک بن عبد اللہ، الوافی بالوفیات، دار احیاء التراث، بیروت، ۲۰۰۰م (۴/۱۷۴)

۱۵۔ ہمارے دور کے عقل پرست اور مغرب زدہ بیماروں کے لیے اس میں خوب علاج موجود ہے۔

۱۶۔ اس میں قرآن کو نہایت ہی آسان طریقہ سے سمجھایا گیا ہے۔

۱۷۔ ہمارے دور کے بدعقیدہ لوگوں کے لیے تسلی بخش مواد اس میں موجود ہے۔

۱۸۔ اس میں قرآن مجید کے معاملہ نسخ میں بڑی احتیاط ہے۔[25]

تفسیر کبیر کے مآخذ

امام فخر الدین رازی کے زمانے سے پہلے اگرچہ متأخرین کا دور شروع ہو چکا تھا اور انکی تصنیفات عالمِ اسلام میں ہر سو پھیل چکی تھیں مگر قدماء کی کتب کا وجود بھی موجود تھا، اسی لیے صاحب تفسیر کبیر نے ہر دو طبقہ کی کتب سے مستفیض ہوئے اور دونوں طبقہ کی فکر کا حسین امتزاج بعد والوں کے لیے پیش کیا۔ چناچہ جمال الدین القفطي (المتوفی:646ھ) أخبار الحکماء میں انکی نسبت لکھتے ہیں:وَلَهُ تصانيف فِي الأصول وتصانيف فِي المنطق وفسر القرآن تفسيراً كبيراً وَكَانَ علمه محتفظاً من تصانيف المتقدمين والمتأخرين۔[26]"امام رازی کی اصول اور منطق میں کئی تصانیف ہیں اور قرآن مجید کی تفسیر "تفسیر کبیر" کے نام سے کی اور انکا علم قدماء اور متأخرین کی کتب سے مأخوذ تھا۔"فن تفسیر میں دیگر مفسرین کی تفسیروں کے ساتھ ساتھ مسائل عقلیہ میں ابو مسلم اصفہانی (متوفی ۳۲۲ھ) ابو القاسم بلخی (متوفی ۳۰۹ھ) اور قفال (متوفی ۳۶۵ ھ) کی تفسیروں سے استفادہ کیا۔ اگرچہ یہ مفسرین معتزلی تھے اور امام رازی نے اعتقادی مسائل میں خوب خبر بھی لی ہے مگر بعض مقامات پر بغیر کسی تعصب کے انکی ستائش بھی کی ہے۔ مثلاً ایک جگہ ابو مسلم کا قول نقل کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:وَهَذَا الْقَوْلُ عِنْدِي حَسَنٌ مَعْقُولٌ، وَأَبُو مُسْلِمٍ حَسَنُ الْكَلَامِ فِي التَّفْسِيرِ كَثِيرُ الْغَوْصِ عَلَى الدَّقَائِقِ، وَاللَّطَائِفِ.[27]یعنی میرے نزدیک یہ رائے عمدہ اور معقول ہے اور ابو مسلم کا کلام تفسیر میں عمدہ ہوتا ہے۔ وہ لطائف ودقائق نکالنے میں خوب غوطہ زنی کرتے ہیں۔ قفال کے بارے میں ایک جگہ لکھتے ہیں:وَاعْلَمْ أَنَّ الْقَفَّالَ رَحِمَهُ اللَّهُ كَانَ حَسَنَ الْكَلَامِ فِي التَّفْسِيرِ دَقِيقَ النَّظَرِ فِي تَأْوِيلَاتِ الْأَلْفَاظِ إِلَّا أَنَّهُ كَانَ عَظِيمَ الْمُبَالَغَةِ فِي تَقْرِيرِ مَذْهَبِ الْمُعْتَزِلَةِ۔[28]واضح رہے کہ قفال رحمہ اللہ کا کلام تفسیر میں بہت ہی اچھا ہوتا ہے، وہ الفاظ کی تاویلات میں نہایت دقیق النظر تھے البتہ مذہب معتزلہ کے اثبات میں بہت زیادہ مبالغہ آرائی کرنے والا تھا۔

اسکے علاوہ تفسیر رازی کا عقلی حصہ جو معقول ومنقول کے مابین تطبیق سے متعلق ہے وہ حکماء اسلام سے مأخوذ ہے، اسی لیے امام رازی جابجا انکے اقوال لاتے ہیں، کہیں حکماءِ اسلام تو کہیں اصحاب نظر اور ارباب معقولات سے انہیں یاد کرتے ہیں، مثلاً:

---

24 ۔ علم الکلام اور الکلام از مولانا شبلی نعمانی (۱۷۳)

25 ۔ محمد خان قادری، مفتی، فضل قدیر اردو ترجمہ تفسیر کبیر، الطبعہ الاولی، مکتبہ اعلیٰ حضرت، لاہور، ۲۰۱۰ء (۱/۳۹-۳۸)

26 ۔ القفطی، علی بن یوسف، جمال الدین، اخبار العلماء بأخبار الحکماء، مکتبۃ السعادۃ، القاہرۃ، ۱۹۰۸ء، (۲۲۰)

27 ۔ التفسیر الکبیر، (۸/۲۱۵)

28 ۔ ایضاً (۷/۱۱)

۱۔ وَلِلْحُكَمَاءِ فِي تَفْسِيرِ هَذِهِ الْآيَةِ كَلَامٌ عَجِيبٌ مُفَرَّعٌ عَلَى أُصُولِهِمْ[29]

اس آیت کی تفسیر میں حکماء نے عجیب کلام کیا ہے جو انکے اصول پر متفرع ہے۔

۲۔ احْتَجَّ حُكَمَاءُ الْإِسْلَامِ بِهَذِهِ الْآيَةِ عَلَى أَنَّ الْعَذَابَ الرُّوحَانِيَّ أَشَدُّ وَأَقْوَى مِنَ الْعَذَابِ الْجُسْمَانِيِّ.[30]

حکماء اسلام نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ روح کا عذاب جسم کے عذاب سے زیادہ سخت اور قوی ہے۔

۳۔ وَالْقَوْلُ الثَّانِي: فِي تَفْسِيرِ هَذِهِ الْآيَةِ قَوْلُ أَصْحَابِ النَّظَرِ وَأَرْبَابِ الْمَعْقُولَاتِ: إِنَّهُ تَعَالَى أَخْرَجَ الذُّرِّيَّةَ وَهُمُ الْأَوْلَادُ مِنْ أَصْلَابِ آبَائِهِمْ.[31]

اس آیت کی تفسیر میں دوسرا قول اصحاب نظر وارباب عقل کا ہے، کہ یقیناً اللہ تعالی نے ذریت کو نکالا اور وہ اولاد ہے جو اپنے آباء کی صلبوں میں تھی۔

کئی مقامات پر امام رازی خود بھی یہ تصریح کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ حکماء اسلام کی آراء کے ذکر کا مقصود کیا ہے مثلاً: روزِ محشر جزاء وسزا کے متعلق حکماء اسلام کی آراء کو نقل کرنے بعد لکھتے ہیں: فَهَذِهِ أَقْوَالٌ ذُكِرَتْ فِي تَطْبِيقِ الْحِكْمَةِ النَّبَوِيَّةِ عَلَى الْحِكْمَةِ الْفَلْسَفِيَّةِ، واللهُ الْعَالِمُ بِحَقَائِقِ الْأُمُورِ.[32] ان اقوال کو منقولات اور معقولات کے درمیان تطبیق کی غرض سے ذکر کیا گیا ہے، اور اللہ تعالی ہی امور کے اصل حقائق کو جاننے والا ہے۔

امام رازی کے نزدیک حکماءِ اسلام سے مراد کونسی شخصیات ہیں، خود تو انہوں نے کہیں بھی صراحت نہیں کی لیکن محققین نے ابویوسف کندی (متوفیٰ ۲۵۶ھ)، ابوزید احمد بن سہل بلخی (متوفیٰ ۳۲۲ھ)، عبد الکریم شہرستانی (متوفیٰ ۴۶۹ یا ۴۷۹ھ) اور ابوالقاسم الحسن بن فضل الراغب اصفہانی (متوفیٰ ۵۰۲ھ) کا تذکرہ کیا ہے۔ البتہ امام رازی تفسیر کبیر کے مختلف مباحث میں امام غزالی کی تصنیفات سے بھرپور استفادہ کیا ہے اور متعدد مقامات پر انکے نام کی تصریح بھی کی ہے۔ وَاعْلَمْ أَنَّ الشَّيْخَ الْغَزَالِيَّ رَحِمَهُ اللهُ صَنَّفَ فِي تَفْسِيرِ هَذِهِ الْآيَةِ الْكِتَابَ الْمُسَمَّى بِمِشْكَاةِ الْأَنْوَارِ، وَزَعَمَ أَنَّ اللهَ نُورٌ فِي الْحَقِيقَةِ بَلْ لَيْسَ النُّورُ إِلَّا هُوَ، وَأَنَا أَنْقُلُ مُحَصِّلَ مَا ذَكَرَهُ مَعَ زَوَائِدَ كَثِيرَةٍ تُقَوِّي كَلَامَهُ ثُمَّ نَنْظُرُ فِي صِحَّتِهِ وَفَسَادِهِ عَلَى سَبِيلِ الْإِنْصَافِ.[33]

29۔ ایضاً (۱۳/۱۰)

30۔ التفسیر الکبیر، (۹/۴۶۵)

31۔ ایضاً (۱۵/۴۰۰)

32۔ ایضاً (۱۳/۱۹)

33۔ ایضاً، (۲۳/۳۷۹)

واضح رہے کہ الشیخ غزالی نے اس آیت ﴿اللَّهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ مَثَلُ نُورِهِ كَمِشْكَاةٍ...﴾[34] کی تفسیر میں ایک کتاب "مشکوٰۃ الانوار" کے نام سے تصنیف کی ہے۔ لیکن امام صاحب نے کسی موقع پر ان حکما کا نام بتایا ہے نہ ان کی کسی تصنیف کا حوالہ دیا ہے، اس بنا پر ہم یقین کے ساتھ نہیں بتا سکتے کہ امام صاحب نے اپنی تفسیر میں کن کن حکما کے خیالات سے فائدہ اٹھایا ہے، البتہ شہر زوری نے اس قسم کے جن حکما کا تذکرہ کیا ہے ان کے نام حسب ذیل ہیں: ابو یوسف یعقوب کندی الکوفی (متوفی ۲۵۶ھ)، اس نے اپنی بعض تصنیفات میں شریعت اور فلسفہ میں تطبیق دی ہے۔[35] ابو زید بلخی احمد بن سہل (متوفی ۳۲۲ھ)، حکمائے اسلام میں تھا اور اس نے ایک کتاب میں جس کا نام کتاب الابانہ عن الدیانہ ہے، شریعت کے اوامر و نواہی کے اسرار و حکم بیان کیے ہیں۔[36] ابو القاسم الحسن بن فضل الراغب اصفہانی (متوفی ۵۰۲ھ)، حکمائے اسلام میں تھے اور اپنی تصنیفات میں شریعت اور حکمت کے درمیان تطبیق دیتے تھے۔[37] عبد الکریم شہرستانی (متوفی ۴۶۹ھ یا ۴۷۹ھ)، انہوں نے ایک تفسیر لکھی تھی جس میں فلسفیانہ اصول کے مطابق قرآن مجید کی آیتوں کی تاویل کی تھی۔[38] اور امام صاحب نے غالباً تطبیق معقول و منقول میں انہی حکما کی تصنیفات سے فائدہ اٹھایا۔ لیکن حکمائے اسلام میں امام صاحب نے تفسیر کبیر کے مختلف مباحث میں امام غزالی کی تصنیفات سے خاص طور پر فائدہ اٹھایا ہے اور جا بجا ان کے نام کی تصریح کی ہے۔ مثلاً نبوت کی بحث میں لکھتے ہیں کہ: "میں نے شیخ ابو حامد غزالی کے کلام میں ایک عمدہ بحث دیکھی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان یا ناقص ہو گا یا کامل، یا نقصان و کمال دونوں سے خالی ہو گا، پھر ناقص بذاتِ خود اگر ناقص ہے اور دوسرے کے حالات کے ناقص بتانے کی کوشش نہیں کرتا یا یہ کہ وہ خود بذاتِ خود ناقص ہونے کے ساتھ دوسروں کے ناقص بنانے کی کوشش کرتا ہے تو پہلا شخص گمراہ ہے اور دوسرا گمراہ اور گمراہ ساز، اسی طرح کامل ہونے کے ساتھ ناقصوں کی تکمیل بھی کر سکتا ہے تو یہی لوگ انبیاء ہیں" اور چونکہ نقصان و کمال اور کامل کرنے اور گمراہ کرنے کے مراتب کمیت و کیفیت کے لحاظ سے غیر متناہی ہیں اس لیے ولایت اور نبوت کے مراتب بھی لازمی طور پر کمال و نقصان کے لحاظ سے غیر متناہی ہیں اور ولی وہ انسان کامل ہے جو تکمیل کی قدرت نہیں رکھتا اور نبی وہ انسان ہے جو کامل بھی ہے اور کامل بنا بھی سکتا ہے، پھر اس کی روحانی طاقت کبھی صرف دو ناقص انسانوں کی تکمیل کر سکتی ہے اور کبھی اس سے زیادہ طاقتور ہوتی ہے اور دس اور سو آدمیوں کی تکمیل کر سکتی ہے اور کبھی اس کی یہ قوت اس قدر قوی ہوتی ہے کہ وہ اثر کر سکتی ہے جو سورج دنیا میں کرتا ہے، اس لیے وہ اکثر اہل عالم کی روحوں کو مقامِ جہل سے مقام معرفت اور دنیا کی جستجو سے آخرت کی جستجو کی طرف لے جاتا ہے اور یہ مثال محمد ﷺ کی روح ہے"۔ اس خلاصہ کے نقل کرنے کے بعد امام صاحب لکھتے ہیں کہ: یہ اسرار عالیہ قرآن مجید کے الفاظ میں چھپے ہوئے ہیں تو جو شخص قرآن مجید کے علم پر نظر ڈالتا ہے اور ان

34۔ النور: ۲۴: ۳۵

35۔ الشہرزوری، شمس الدین، تاریخ الحکماء والفلاسفۃ، مکتبۃ الاسکندریۃ، مصر، (۲۱)

36۔ تاریخ الحکما از شہرزوری، (۲۲)

37۔ ایضاً (۴۳)

38۔ ایضاً (۴۳)

سے غافل رہتا ہے وہ علوم قرآن کے اسرار سے محروم رہتا ہے[39]۔﴿اللہ نور السموات والارض﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ: شیخ غزالی رحمۃ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں ایک کتاب مشکوٰۃ الانوار کے نام سے تصنیف کی ہے۔ جس میں بیان کیا ہے کہ خداوند تعالیٰ در حقیقت نور ہے بلکہ نور صرف وہی ہے اور ہم ان کے بیان کا خلاصہ بہت سے اضافوں کے ساتھ جن سے ان کے بیان کی تائید ہوتی ہے نقل کرتے ہیں اس کے بعد بہ طریق انصاف ان کے بیان کی صحت اور فساد پر بحث کریں گے۔[40]
ادبی حیثیت سے انہوں نے زمخشری کی تفسیر کشاف کو پیش نظر رکھا ہے، بعض موقعوں پر عبد القاہر جرجانی کا نام بھی لیا ہے، لیکن ان کی اعجاز القرآن کا کہیں نام نہیں لیتے، اسی طرح جاحظ نے قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت پر جو کتاب لکھی تھی اس کا کہیں حوالہ نہیں دیتے۔ احکام القرآن یعنی قرآن مجید کے فقہی احکام کی تفسیر جو کتابیں لکھی گئی تھیں ان میں ابو بکر رازی کی کتاب کا اکثر ذکر کرتے ہیں اور چونکہ وہ حنفی ہیں اور شافعی فقہ کے خلاف آیاتِ احکام کی تفسیر کرتے ہیں، اس لیے اکثر بڑے زور و شور سے ان کا رڈ کرتے ہیں۔ وہ تفسیر کے مختلف مباحث میں ابن حزم ظاہری کی کتاب "الملل والنحل" سے بھی فائدہ اٹھا سکتے تھے لیکن انہوں نے کسی موقع پر اس کتاب کا نام نہیں لیا ہے جس سے گمان یہ ہوتا ہے کہ یہ کتاب شاید ان کے پیش نظر نہ تھی۔ اصول فقہ میں ان کا ماخذ امام غزالی کی کتاب "مستصفی" اور ابو الحسین بصری کی کتاب "معتمد" ہے، چنانچہ اصول فقہ میں انہوں نے "محصول" انہی دونوں کتابوں کی مدد سے لکھی ہے اور صفحے کے صفحے ان کی عبارتیں بلفظہ نقل کر دی ہیں[41]۔

تفسیر کبیر کی تکمیل:

تفسیر کبیر، تفسیر بالرائے کے طریقہ پر لکھی گئی کتب تفسیر میں اہم ترین مقام کی حامل ہے، تفسیر کبیر کا شہرہ تو بلاشرکتِ غیرے آپ کے ہی نام سے ہے، تاہم اس کی تکمیل میں بعض محققین کے نزدیک زندگی نے امام رازی کو مہلت نہ دی، بعض کے نزدیک از ابتدا تا سورۃ الانبیا تک، اور دوسری رائے کے تحت سورۃ الفتح تک تفسیر کبیر امام رازی نے خود لکھی ہے۔ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: تفسیر کبیر کو ابو الحزم احمد بن محمد مخزومی (متوفی ۷۰۷ھ) نے مکمل کیا۔[42] حاجی خلیفہ رقم طراز ہیں: شیخ نجم الدین احمد بن محمد (متوفی ۷۷۷ھ) نے تفسیر کا تکملہ لکھا، جو حصہ ناقص تھا اس کی تکمیل قاضی شہاب الدین ابن خلیل دمشقی (متوفی ۶۳۹ھ) نے کی[43] جبکہ علامہ شبلی کے مطابق بقیہ تفسیر کی تکمیل پہلے قاضی شہاب الدین ابن خلیل الخولی الدمشقی (متوفی ۶۳۹ھ) نے کی اور اسکے بعد شیخ نجم الدین القمولی (متوفی ۷۷۷ھ) نے بھی تکملہ لکھا جبکہ برہان الدین محمد بن محمد النسفی

---

39 ۔ ایضاً (۵/۳۳۳)

40 ۔ ایضاً (۶/۳۹۵)

41 ۔ حاجی خلیفہ، مصطفیٰ بن عبد اللہ چلپی، کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۴۱ء، (۲/۳۹۳)

42 ۔ ابن حجر العسقلاني، أبو الفضل أحمد بن علي بن محمد بن أحمد، الدرر الكامنة في أعيان المائة الثامنة، مجلس دائرة المعارف العثمانية، حیدر آباد، الهند، 1392ھ-/1972م (۱/۳۰۴)

43 ۔ کشف الظنون از حاجی خلیفہ (۲/۲۹۹)

(متوفی ۶۸۷ھ) نے اس کا اختصار کیا اور اس کا نام "واضح" رکھا اسی طرح محمد بن قاضی ایاثلوغ نے بھی اس کی تلخیص کی اور اس میں اپنی جانب سے بھی بعض فوائد کا اضافہ کیا۔[44] یہ بات بھی قابل غور ہے کہ تفسیر کبیر کا قاری قطعاً یہ محسوس نہیں کرتا کہ یہ ایک شخص کی تصنیف ہے یا اس کے متعدد مصنف ہیں، پوری کتاب میں اسلوب نگارش سرِ مو بدلتے نہیں پایا۔ اس لیے کوئی شخص قطعی طور پر اس بات کی نشان دہی نہیں کر سکا کہ امام رازی نے کہاں تک لکھا اور صاحب تکملہ کی تحریر کہاں سے شروع ہوئی ہے، پوری تفسیر اتحاد و یگانگت کا نادر مجموعہ ہے۔ اسی لیے اس کتاب نے علماء کے حلقہ میں حد درجہ شہرت و قبولیت حاصل کی اور اس قبولیت کی ایک اہم وجہ تفسیر کبیر کی ٹھوس علمی مباحث ہیں جو مختلف النوع علوم و فنون سے متعلق ہیں، اسی بنا پر ابن خلکان لکھتے ہیں: "امام رازی نے تفسیر میں ہر انوکھی بات یکجا کر دی ہے"[45]۔ عصر حاضر میں (علامہ غلام رسول سعیدی) نے امام رازی کی تفسیر سے بہت زیادہ استفادہ کیا ہے وہ رقم طراز ہیں، میں نے تقریباً پوری تفسیر کبیر کا مطالعہ کیا ہے اور تفسیر کبیر کو سامنے رکھ کر تبیان القرآن کو لکھا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ بحمدہ تعالیٰ جتنا میں نے تفسیر کبیر کو پڑھا ہے، اتنا اس کو کسی نے نہیں پڑھا ہو گا، یہی وجہ ہے کہ بہت علماء نے یہ لکھ دیا کہ امام رازی نے پوری تفسیر کبیر نہیں لکھی، ان میں علامہ ابن خلکان (متوفی 681ھ) علامہ ذہبی (متوفی 748ھ) تاج الدین سبکی (متوفی 771ھ) حافظ ابن حجر عسقلانی (متوفی 852ھ) حاجی خلیفہ (متوفی 1067ھ) ایسے محقق علماء شامل ہیں، جب کہ میں نے باقاعدہ تفسیر کبیر کے حوالہ جات سے واضح کیا ہے کہ پوری تفسیر حضرت امام رازی قدس سرہ کی ہی لکھی ہوئی ہے۔[46]

ہمارے نبی سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے علاوہ اور کسی کا یہ مقام نہیں ہے کہ اس کی کہی ہوئی یا لکھی ہوئی ہر بات صحیح یا حجت ہو، اس لیے بعض مقامات پر میں نے امام رازی کی تفسیر سے نہایت ادب اور شائستگی سے اختلاف بھی کیا ہے، اس کے باوجود میرے نزدیک تفسیر میں امام رازی کا جو مقام ہے، وہ کسی اور مفسر کا نہیں ہے۔[47] امام فخر الدین رازی سورۃ الفلق کے مقدمہ کے آخر میں لکھتے ہیں: وَتَمَامُ الْكَلَامِ فِي هَذِهِ الْمَسْأَلَةِ قَدْ تَقَدَّمَ في سورة البقرة ولنرجع إلى التفسير.[48] امام رازی کی اس عبارت میں حسب ذیل امور لائق توجہ ہیں:

امام رازی نے یہاں سورۃ الفلق کی تفسیر میں سورۃ البقرہ کی تفسیر کا حوالہ دیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ یہ پوری تفسیر امام رازی کی لکھی ہوئی ہے اور یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ یہ پوری تفسیر امام رازی کی نہیں ہے اور علامہ قمولی نے اس کو مکمل کیا ہے۔ جیسا کہ ہم بہت جگہ اس پر تنبیہ کر چکے ہیں۔[49]

---

44 ۔ علم الکلام اور الکلام از شبلی نعمانی (۲۶)

45 ۔ ابن خلکان، احمد بن محمد، ابو العباس شمس الدین، وفیات الاعیان، دار صادر، بیروت، ۱۹۰۰ء، (۲/۲۶۷)

46 ۔ ملخصاً: تبیان القرآن از غلام رسول سعیدی (۱/۳۲-۳۴)

47 ۔ ایضاً (۱۲/۶۱۸-۶۱۶)

48 ۔ التفسیر الکبیر، (۳۲/۳۶۸)

49 ۔ تبیان القرآن از علامہ غلام رسول سعیدی (۱۲/۱۰۴۹)

تالیف تفسیر کبیر کی یومیہ مقدار

تالیف تفسیر کبیر کی روزانہ مقدار جو تفسیر کبیر کی بعض سورتوں کی تفسیر سے معلوم ہوتی ہے، نہایت حیرت انگیز ہے، مثلاً سورہ انفال کی تفسیر کے خاتمہ میں لکھتے ہیں کہ "اس سورہ کی تفسیر رمضان ۶۰۱ھ میں اتوار کے دن تمام ہوئی"[50] اس کے بعد سورہ توبہ کی تفسیر شروع کی ہے اور اس کے خاتمے میں لکھا ہے کہ "اس سورہ کی تفسیر سے ۱۴ رمضان ۶۰۱ھ میں جمعہ کے دن فراغت حاصل ہوئی۔"[51] اس سورہ کی تفسیر مصری چھاپے میں ۱۹۳ صفحوں میں تمام ہوئی ہے اور ہر صفحے میں ۳۱ سطریں ہیں جن کا خط نہایت باریک ہے، اس لحاظ سے اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ رمضان کی پہلی تاریخ اتوار کے دن پڑی تھی تو سورہ توبہ کی تفسیر میں ۱۴ دن یعنی صرف دو ہفتے صرف ہوئے اور اس حساب سے اگر ۱۹۳ صفحوں کو ۱۴ دن پر تقسیم کیا جائے تو تصنیف کی روزانہ مقدار ۱۴ صفحے بنتی ہے اور یہ ایک ایسی مقدار ہے کہ عام طور پر لوگ روزانہ ایسے ۱۴ صفحات کی کتابت بمشکل کر سکتے ہیں۔ سورہ مومن کی تفسیر ۲ ذی الحجہ ۶۰۳ھ میں شہر ہرات میں تمام کی ہے۔[52] اس کے بعد سورہ حم السجدہ کی تفسیر شروع کی ہے، جو ۴ ذی الحجہ ۶۰۳ھ کو ظہر کے وقت تمام ہوئی ہے۔[53] یعنی سورہ حم السجدہ کی تفسیر ۴۰ صفحوں میں تمام ہوئی ہے، جو صرف دو روز میں لکھی گئی ہے اور اس حساب سے تصنیف کی روازنہ مقدار ۲۰ صفحے بنتی ہے، جو پہلے سے بھی زیادہ حیرت انگیز ہے، اگرچہ بعض اوقات اس مقدار میں غیر معمولی کمی بھی واقع ہوئی ہے، مثلاً سورہ یوسف کی تفسیر ۷ شعبان ۶۰۱ھ میں تمام کی ہے۔[54] اور اس کے بعد سورہ رعد کی تفسیر شروع کی ہے جو ۱۸ شعبان ۶۰۱ھ میں تمام ہوئی ہے۔[55] یعنی اس سورہ کی تفسیر میں گیارہ دن صرف ہوئے ہیں اور اس کے صفحات کی تعداد ۵۵ ہے، اس حساب سے اس سورہ کی تصنیف کی روزانہ مقدار صرف ۵ صفحہ ہے، تاہم اگر ان کی تصنیفات کے صفحات کی مجموعی تعداد کو ان کی زندگی کے دنوں پر تقسیم کیا جائے تو ان کی تصنیفات کی روزانہ مقدار، غیر معمولی ہو گی۔ امام صاحب کی تصنیف و تالیف کا زمانہ نہایت بے اطمینانی اور پریشانی کی حالت میں گذرا ہے اور تفسیر کبیر میں انہوں نے جابجا اپنی پریشانیوں اور بے اطمینانیوں کا اظہار کیا ہے، مثلا سورہ یونس کی تفسیر کے خاتمے میں لکھتے ہیں کہ "میں نے رجب ۶۰۱ھ میں اس سورہ کی تفسیر ختم کی اور فرزند صالح محمد کی وفات سے دل تنگ اور غم زدہ تھا"[56]، سورہ یوسف کے خاتمہ میں بھی اپنی غم زدگی کا اظہار کیا ہے[57]۔ طوائف الملوکی اور خانہ جنگی کی وجہ سے بھی بے اطمینانی اور پریشانی رہتی تھی، لیکن

50۔ التفسیر الکبیر، (۵۸۱/۴)

51۔ ایضاً (۴/۷۷۴)

52۔ التفسیر الکبیر، (۳۴۵/۷)

53۔ ایضاً (۷/۳۸۴)

54۔ ایضاً، (۲۸۵/۵)

55۔ ایضاً (۳۱۳/۵)

56۔ ایضاً (۵۰/۵)

57۔ ایضاً (۲۵۸/۵)

ان پریشانیوں کے باوجود بھی تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری رہتا تھا اور اس کے لیے سفر و حضر کی کوئی تخصیص نہ تھی، چنانچہ تفسیر کبیر میں بہت سی سورتوں کی تفسیریں سفر ہی کی حالت میں لکھی ہیں اور ان سورتوں کے خاتمہ میں اس کی تصریح کر دی ہے اور پریشانی اور بے اطمینانی کا اظہار بھی کیا ہے، سورہ انفال کی تفسیر کے خاتمے میں لکھتے ہیں: ''کہ میں نے اس سورہ کی تفسیر ایک گاؤں میں ختم کی جو بغداد کے نام سے مشہور تھا اور میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ خوف وہراس، زمانے کی سختی اور ظالموں کی داد گھات سے نجات دے۔[58] سورہ ابراہیم کی تفسیر کے خاتمے میں لکھتے ہیں کہ ''اس سورہ کی تفسیر صحرائے بغداد میں تمام ہوئی اور میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ رنج و غم سے نجات دے۔[59] سورہ بنی اسرائیل کی تفسیر کے خاتمے میں لکھا ہے کہ اس سورہ کی تفسیر شہر غزنین میں تمام ہوئی[60]۔ سورہ کہف کی تفسیر بھی غزنین ہی میں لکھی ہے۔[61]

تفسیر کبیر کے لیے امام رازی کے اوقات کار

تصنیف و تالیف کے لیے کوئی خاص وقت مقرر نہ تھا، بلکہ رات دن کے مختلف اوقات میں یہ مشغلہ جاری رہتا تھا، چنانچہ سورہ نحل کی تفسیر کے خاتمے میں لکھتے ہیں: ''اس سورہ کی تفسیر منگل کی رات کو عشا کے بعد معتدل زمانے میں ختم ہوئی۔[62] سورہ بنی اسرائیل کی تفسیر کے خاتمے میں لکھتے ہیں کہ ''اس سورہ کی تفسیر منگل کے دن ظہر اور عصر کے درمیان تمام ہوئی''۔[63] سورہ الصافات کی تفسیر کے خاتمے میں لکھتے ہیں کہ ''اس سورہ کی تفسیر جمعہ کے دن چاشت کے وقت ختم ہوئی''[64] سورہ حم کی تفسیر کے خاتمے میں لکھتے ہیں کہ اس سورہ کی تفسیر ظہر کے وقت ختم ہوئی''۔[65]

خلاصۂ بحث

امام رازی کی تفسیر کبیر اس قدر عمدہ ہے کہ متقدمین میں اس کی کوئی مثال ہے نہ متاخرین میں اس کی کوئی نظیر ہے، امام رازی سے پہلے کی جو تفاسیر ہیں، ان میں صرف صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے اقوال نقل کئے گئے ہیں اور کہیں کہیں احادیث کا بھی ذکر کیا گیا ہے، الماوردی اور ابو بکر ابن العربی نے مذہب کا ذکر کیا ہے اور ابو بکر جصاص نے اپنے مذہب پر دلائل دیئے ہیں۔ جبکہ زمخشری نے لغت اور فصاحت وبلاغت کا ذکر کیا ہے۔ لیکن امام رازی نے ان تمام امور کے ساتھ ساتھ قرآن مجید کے اسرار اور نکات بیان کئے ہیں، قرآن مجید کی متعدد آیات سے اللہ تعالیٰ کی توحید پر استدلال کیا ہے حضور ﷺ کی نبوت کی صداقت پر

58۔ ایضاً (۴/ ۵۸۱)

59۔ ایضاً (۵/ ۳۷۴)

60۔ ایضاً (۵/ ۶۷۲)

61۔ ایضاً (۵/ ۷۶۲)

62۔ ایضاً (۵/ ۵۴۰)

63۔ ایضاً (۷/ ۶۷۲)

64۔ ایضاً (۷/ ۱۷۳)

65۔ ایضاً (۷/ ۳۸۴)

متعدد آیات سے استنباط کیا ہے، قیامت، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے، حشر اور نشر کو بہت دلائل سے ثابت کیا ہے، قرآن مجید کی کئی آیات سے شفاعت کو ثابت کیا ہے اور منکرین شفاعت کے اعتراضات کے جوابات دیئے ہیں۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے افضل الرسل ہونے پر بہت دلائل پیش کئے ہیں اور قرآن مجید کی متعدد آیات سے اس کا استنباط کیا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت کو متعدد آیات سے واضح کیا ہے اور روافض کے شبہات کے مثبت جوابات دیئے ہیں، قیاس اور اجماع کی حجیت کو ثابت کیا ہے۔